تورات کا نزول یک بارگی ہوا ہے یا تدریجاً؟

ڈاکٹر محمد مشتاق احمد

تورات کے متعلق مسلمان اہل علم نے (بہ استثنائے چند) بالعموم یہ موقف اختیار کیا ہے کہ وہ پوری کی پوری بہ یک وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ یہ بھی مان لیا گیا ہے کہ یہ واقعہ کوہِ طور پر ہوا، جب فرعون کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا اور آپ وہاں چالیس دن مقیم رہے، پھر آپ کو تورات پوری کی پوری الواح پر لکھی ہوئی دے دی گئی۔[1] یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہل علم کی توجہ اس بات پر تو ہوتی ہے کہ تورات پر کون کون سے حوادث گزرے اور اس میں کس کس طرح تحریف ہوتی رہی؟ لیکن اس کی تدوین کے مسئلے پر بالعموم وہ سکوت اختیار کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے متعلق یہ مان لینے کے باوجود کہ وہ وقتاً فوقتاً مختلف ٹکڑوں کی صورت میں نازل ہوا، مسلمان اہل علم نے کیوں یہ فرض کر لیا ہے کہ تورات کا نزول یک بارگی ہوا؟ اس سلسلے میں جو دلائل دیے جاتے ہیں ان کا سطور ذیل میں جائزہ لیا جاتا ہے:

نَزَّلَ اور أَنْزَلَ کا فرق

قرآن کریم کی دو آیات میں قرآن کے لیے نزّل اور تورات کے لیے انزل کا استعمال ہوا ہے۔ سورۃ آل عمران میں ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيْلَ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ۔ (آل عمران: ۳-۴)	اس نے تم پر کتاب اتاری حق کے ساتھ تصدیق کرتی ہوئی اس کی جو اس سے پہلے تھی۔ اور اس نے تورات اور انجیل اتاری اس سے پہلے لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر۔ اور پھر فرقان اتارا۔

اسی طرح سورۃ النسآء میں ارشاد باری ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۔ (النسآء:۱۳۶)	اے ایمان والو! ایمان لے آؤ اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری، اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری۔

نزّل باب تنزیل سے ہے اور أنزل باب انزال سے۔ دونوں کا استعمال اتارنے کے مفہوم میں ہوتا ہے، لیکن ان میں کیا فرق ہے؟ اس کے متعلق علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

و التعبیر بأنزل فیھما للاشارۃ الی انہ لم یکن لھما الا نزول واحد، وھذا بخلاف القرآن، فان لہ نزولین، نزول من اللوح المحفوظ الی بیت العزۃ من سماء الدنیا جملۃ واحدۃ، و نزول من ذلک الیہ صلی اللہ علیہ و سلم منجما فی ثلاث و عشرین سنۃ علی المشھور، و لھٰذا یقال فیہ: نزّل وأنزل۔[۲]	ان دونوں (تورات اور انجیل) کے لئے أنزل کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ ان دونوں کے لئے، قرآن کے برعکس، بس ایک ہی نزول تھا، جب کہ قرآن کے لیے دو نزول تھے، ایک نزول لوح محفوظ سے سماء دنیا میں بیت العزۃ تک یک بارگی ہوا، اور دوسرا نزول وہاں سے رسول اللہ ﷺ پر مشہور قول کے مطابق تیئیس سال کے عرصے میں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے لئے دونوں الفاظ استعمال ہوتے ہیں: نزّل بھی اور أنزل بھی۔

یہ استدلال کئی وجوہ سے ضعیف ہے:

اولاً: أُنْزِلَ اور نَزَّلَ دونوں الفاظ کا استعمال قرآن کے لیے بھی ہوا ہے اور تورات کے لیے بھی۔ تورات کے لیے لفظ نزّل کے استعمال کی مثال سورۃ آل عمران کی درج ذیل آیت ہے:

کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلاًّ لِّبَنِیْٓ إِسْرَائِیْلَ إِلاَّ مَا حَرَّمَ إِسْرَائِیْلُ عَلَی نَفْسِہٖ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاۃُ ۔ (آل عمران:۹۳)	کھانے کی ساری چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں، مگر وہ جو اسرائیل نے تورات کے نازل کیے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام ٹھہرالی تھیں۔

ثانیاً: یہ دلیل محتاج ثبوت ہے کہ نَزَّلَ کا استعمال بہ تدریج نزول اور أَنْزَلَ کا استعمال یک بارگی نزول کے لئے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ قرآن کی متعدد آیتوں میں اس کے یک بارگی نزول کے مفہوم کے لیے لفظ أَنْزَلَ کے بجائے لفظ نَزَّلَ کا استعمال کیا گیا ہے، مثلاً

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً۔ (الفرقان: ۳۲)

اور ان کافروں نے کہا کہ اس (رسول) کے اوپر پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتار دیا گیا؟

وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَاباً نَّقْرَؤُهُ ۔ (بنی اسرائیل: ۹۳)

اور ہم تمہارے (آسمان پر) چڑھنے کو بھی ماننے کے نہیں جب تک تم (وہاں سے) ہم پر کوئی کتاب نہ اتارو جسے ہم پڑھیں۔

علامہ آلوسی نے اس اشکال کا ذکر کیا ہے، پھر یہ تاویل اختیار کی ہے:

و ذكر بعض المحققين لهذا المقام ان التدريج ليس هو التكثير ، بل الفعل شيئاً فشيئاً، كما فى تسلسل، و الالفاظ لابد فيه من ذلك، فصيغة (نزّل) تدل عليه، و (الانزال) مطلق، لكنه اذا قامت القرينة يراد بالتدريج التنجيم، وبالانزال الذى قوبل به خلافه ، او المطلق بحسب ما يقتضيه المقام۔[۳]

اس مقام کے ذیل میں بعض محققین نے ذکر کیا ہے کہ تدریج تکثیر کا مترادف نہیں ہے، بلکہ تدریج کسی کام کو درجہ بدرجہ کرنے کو کہتے ہیں، جیسا کہ تسلسل میں ہوتا ہے، اور الفاظ میں ایسا ہونا ناگزیر ہے۔ پس نزّل کا صیغہ اس (درجہ بدرجہ اتارنے) پر دلالت کرتا ہے، جب کہ انزال کا صیغہ مطلق ہے۔ تاہم جب قرینہ ہو تو تدریج سے تنجیم (تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا) مراد لی جاسکتی ہے، اور جب انزال اس کے مقابل استعمال ہو تو مراد تنجیم کا عکس (یک بارگی نزول) بھی ہوسکتا ہے اور موقع کلام کی مناسبت سے اس سے مراد مطلقاً نزول بھی ہوسکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محض انزال اور تنزیل کے فرق سے تورات کا یک بارگی نزول ثابت نہیں ہوتا۔

نزّل اورأنزل میں فرق کے متعلق لسان العرب میں یہ تحقیق کی گئی ہے:

تنزّله و أنزله و نزّله بمعنی. قال سیبویه : و کان ابو عمرو یفرق بین نزّلت و أنزلت، و لم یذکر وجه الفرق. قال ابوا الحسن: لا فرق عندی بین نزّلت و أنزلت الا صیغة التکثیر فی نزّلت. فی قراء ة ابن مسعود: و أنزل الملٰئکة تنزیلا ؛ أنزل: کنزّل ۔[۳]

تنزّله و أنزله و نزّله کا مفہوم ایک ہی ہے۔سیبویہ کا کہنا ہے کہ ابوعمرو نزّلت اور أنزلت میں فرق کرتے تھے، تاہم انہوں نے فرق کی وضاحت نہیں کی۔ابوالحسن کا قول ہے کہ: میرے نزدیک نزّلت اور أنزلت میں کوئی فرق نہیں،سوائے اس کے کہ نزّلت کا صیغہ تکثیر پر بھی دلالت کرتا ہے۔حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت میں ہے: وأنزل الملٰئکة تنزیلا ؛ أنزل: کنزّل ۔

ہماری رائے میں یہ بات اس حد تک تو صحیح ہے کہ یہ دونوں الفاظ مطلقاً اتارنے کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔تاہم علامہ آلوسی کا بیان کردہ یہ اصول بھی صحیح ہے کہ یہ الفاظ جب مقابل کے طور پر استعمال ہوں تو عربیت کے مسلّمہ اسلوب کی رؤ سے ان کے مفہوم میں کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔قرآن مجید میں ان الفاظ کے استعمال پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا استعمال مجرد اتارنے کے مفہوم میں بھی ہوا ہے، تاہم قرینے کی موجودگی میں لفظ تنزیل خصوصی اہتمام کے ساتھ اتارنے کے مفہوم پر بھی دلالت کرتا ہے۔مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ ان الفاظ میں کیا ہے:

إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُون ۔ (الحجر:۹)

یقیناً یہ یاددہانی ہم نے ہی اتاری ہےاور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

یہاں ایک تو جمع متکلم جلالی صیغہ ہے، پھر اِنَّ اور لام کی تاکید درتاکید بھی ہے، پھر جمع متکلم کے ضمیر منفصل نے مزید تاکید کے علاوہ حصر کا بھی مفہوم پیدا کر دیا ہے، پھر قرآن کے لئے لفظ 'الذکر' کے استعمال نے اس کی اہمیت اور بھی بڑھا دی ہے۔موقعِ کلام، اسلوب اور لہجہ سبھی کچھ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ 'تنزیل' سے یہاں محض اتارنا ہی نہیں، بلکہ خصوصی اہتمام

سے اتارنا مراد ہے ۔ اس خصوصی اہتمام کا ایک مظہر یہ ہے کہ یہ اتارنا ایک خاص حکمت ، اندازے اور منصوبے کے مطابق ہوتا ہے ۔ (اس مفہوم کی وضاحت کے لئے ملاحظہ کیجئے الشوریٰ: ۲۷، الحجر: ۲۱) اسی بنا پر جب قرآن مجید کے اتارنے کے سلسلے میں خصوصی اہتمام اور حکمتوں پر زور دینا مقصود ہو تو لفظ تــنــزیــل کا استعمال ہوتا ہے ۔ مثلاً معاندین یہود کو رسول کی مخالفت پر وعید سناتے ہوئے کہا گیا:

یَآَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْکِتٰبَ آمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَکُم ۔ (النسآء: ۴۷)

اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی ! اس چیز پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتاری ہے تصدیق کرتی ہوئی اس کی جو تمہارے پاس ہے ۔

اس خصوصی اہتمام ہی کا ایک مظہر بہ تدریج اتارنا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُرْآناً فَرَقْنَاہُ لِتَقْرَأَہُ عَلَی النَّاسِ عَلَی مُکْثٍ وَنَزَّلْنَاہُ تَنزِیْلاً ۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۶)

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا کہ تم اسے لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سناؤ، اور ہم نے اس کو نہایت اہتمام کے ساتھ اتارا ہے ۔

یہاں سیاق کلام یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے یہودِ مدینہ کی ایما پر مختلف قسم کے معجزات دکھانے کا مطالبہ کیا تو انہیں جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے قرآن مجید نازل کیا ہے، جس میں ان کو تمام حقائق کھول کھول کر بتا دیے گئے ہیں ۔ جو لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے ، بلکہ ایمان لانے کے لئے مختلف قسم کے مطالبات پیش کرتے ہیں، انہیں اگر معجزات دکھا بھی دیے گئے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے ۔ بنی اسرائیل، جو یہ مطالبات تمھیں سکھاتے ہیں، انہی سے پوچھ لو کہ فرعون کو ایک دو نہیں بلکہ نو معجزات دکھائے گئے لیکن اسے ایمان نہیں لانا تھا نہیں لایا ۔ اس کے بعد اس آیت میں کہا گیا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ سچا کلام ہے، اس میں باطل کی کوئی آمیزش نہیں ہوئی ہے، اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو رسول کو اس کی مخالفت کی پروا نہیں کرنی چاہیے ۔ رسول کا کام تو بس انذار اور تبشیر ہی ہے ۔ اسی مقصد کی خاطر قرآن کریم ٹکڑوں میں نازل کیا جا رہا ہے، تاکہ لوگ اس کے پیغام کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کے پاس نہ ماننے کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے ۔

قرینے کی موجودگی کی صورت میں لفظ أنــزل بھی اہتمام اور تفخیم شان پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً:

وَأَنـزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ ۔(المؤمنون:۱۸)	اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا ایک اندازے کے ساتھ، پس اس کو زمین میں ٹھہرا دیا۔

جب یہ دونوں الفاظ ایک جملے میں ایک دوسرے کے مقابل کے طور پر استعمال ہوں تو ایسے واقع پر ایک احتمال یہ ہوتا ہے کہ تنزیل اہتمام پر دلالت کے لئے لایا گیا ہو۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اسلوب میں ندرت اور تنوع پیدا کرنے کے لئے ہو، جو بلیغ کلام کی ایک نشانی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے پہلے احتمال کو اختیار کیا ہے[۵] لیکن ہمارے نزدیک دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ مولانا اصلاحی نزولِ قرآن کے سلسلے میں خصوصی اہتمام کی ایک دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید کے زمانۂ نزول میں جنات کی آسمانوں تک رسائی روک دی گئی اور ان پر شہابِ ثاقب کے حملوں میں شدت آ گئی۔ چنانچہ جنات نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسی قسم کا اہتمام تورات کے لئے نہیں ہوا تھا۔ آخر کیوں نہ ہوا ہو؟ کیا تورات نازل کرتے وقت اسے جنات اور شیاطین کی ملاوٹ سے محفوظ رکھنا ضروری نہیں تھا؟ اس کے علاوہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر قرآن مجید اور پچھلی کتابوں کے اتارنے کا ذکر ایک ہی جملے میں آیا ہے، لیکن ان دو مقامات کے ماسوا باقی تمام مقامات پر دونوں کے لئے انــزال ہی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ (مثلاً ملاحظہ کیجیے البقرۃ:۴، آل عمران:۱۹۹، النساء:۶۰ وغیرہ)

اس تفصیل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ أنــزل اور نــزّل کے درمیان فرق سے تورات کے یک بارگی نزول پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

کیا پوری تورات الواح پر لکھ کر دی گئی تھی؟

تورات کے یک بارگی نزول کے لیے ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر الواح دی گئی تھیں، جن میں تورات لکھی ہوئی تھی۔ سورۃ الاعراف میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ کَتَبۡنَا لَہٗ فِی الۡاَلۡوَاحِ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ مَّوۡعِظَۃً وَّ تَفۡصِیۡلًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ ۔ (الاعراف: ۱۴۵)

اور ہم نے اس کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔

استاد محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی اس سلسلے میں کہتے ہیں:

''قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام پر تورات نازل فرمانے کا ارادہ کیا تو ان کے ایک ماہ کے اعتکاف کے بعد ان کو پوری کی پوری تورات تختیوں کی شکل میں لکھی ہوئی دے دی۔''[٦]

یہ استدلال کئی وجوہ سے محل نظر ہے:

اولاً: حضرت موسی علیہ السلام پر ان الواح کے دیے جانے سے پہلے اور ان کے بعد بھی وحی کا نزول ہوتا رہا اور آپ وہ وحی لکھتے رہے۔ اس بات کے قطعی شواہد قرآن مجید اور اسفار خمسہ سے آگے دیے جائیں گے۔

ثانیاً: یہ بات بھی متنازعہ ہے کہ الواح پر پوری تورات دی گئی تھی۔

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں:

''سورہ اعراف (آیات: ۱۵۰۔۱۵۴) میں جہاں نزولِ تورات کا ذکر ہے وہاں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ تورات ایک دو نہیں، بلکہ بہت سی تختیوں پر لکھی ہوئی حضرت موسی علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی۔ ہدایت اور رحمت پر مبنی یہ نسخۂ کیمیا ان تختیوں پر لکھا ہوا تھا جو حضرت موسی علیہ السلام طور سینا سے لے کر آئے تھے۔ بعض اہل علم نے اس امکان کا اظہار بھی کیا ہے کہ طور سینا پر حضرت موسی علیہ السلام کو پوری تورات کے بجائے صرف احکام عشرہ عطا فرمائے گئے تھے۔ اس ضمن میں یہ اہل علم موجودہ تورات کے رائج الوقت تراجم میں موجود اسلوب بیان سے استدلال کرتے ہیں۔ اگر یہ استدلال تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ احکام عشرہ پر مبنی بہت سی الواح کے بجائے کوئی چھوٹی سی لوح ہی حضرت موسی علیہ السلام کو دی گئی ہوگی۔ اس لئے کہ احکام عشرہ چند سطروں سے زائد نہیں ہیں اور ان کو لکھنے کے لئے ایک

چھوٹی سی تختی ہی کافی ہے۔قرآن مجید میں واضح طور پر الواح (بصیغۂ جمع) کا ذکر ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تختیاں محض احکام عشرہ پر مبنی نہیں تھیں، بلکہ ان میں وہ پوری ہدایت الٰہی اور رحمت خداوندی موجود تھی جو تورات کا طرہ امتیاز تھی ۔(وَ فِی نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ)۔''۷

یہودی اور عیسائی علما کا موقف یہ ہے کہ ان احکام میں حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والے احکام ایک تختی پر اور حقوق العباد سے متعلق احکام دوسری تختی پر درج کیے گئے تھے ۔قرآن و حدیث کے اشارات سے اس بات کی تائید ہوتی ہے ۔اس بنا پر یہ بات باوزن نہیں ہے کہ یہ احکام تو چند ہی سطروں پر مشتمل ہیں اور ان کے لکھنے کے لئے ایک چھوٹی سی تختی بھی کافی تھی ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن تختیوں پر یہ احکام لکھے گئے ان کے سائز کے متعلق کوئی قابل اعتماد روایت دستیاب نہیں ہے۔اس لئے ان کے سائز کے متعلق کچھ کہنا محض ظن وتخمین پر ہی مبنی ہوگا۔اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس قسم کے احکام کا نسبتاً بڑے حروف میں لکھا جانا ہی زیادہ مناسب تھا۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ بات اہم ہے کہ قرآن مجید نے 'لوحین' (تثنیہ) کے بجائے 'الواح' (جمع) کا صیغہ استعمال کیا ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پوری تورات بیک وقت لکھ کر دے دی گئی تھی۔اس کی ایک سادہ توجیہ یہ کی جا سکتی ہے کہ جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں بنی اسرائیل کے تمام قبائل کے لئے اللہ تعالیٰ کے قانون کی نقلیں تیار کر کے ان کو دے دیں اور ایک نسخہ بنی لاوی کے سپرد کر دیا، جسے 'عہد کے صندوق' (Ark of the Covenant) میں رکھ دیا گیا۸، اسی طرح ان دو تختیوں کی کئی نقلیں دیگر تختیوں پر لکھ دی گئی تھیں، جو انہوں نے بنی اسرائیل کے ہر قبیلے کو دے دیں۔

قرآن مجید کے الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تختیوں پر احکام خدا نے لکھ کر دیے۔تاہم بعض احادیث میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ ذکر کی گئی ہے کہ انہیں خدا نے تختیوں پر احکام 'اپنے ہاتھ سے لکھ کر' دیے ۔۹ کتابِ خروج میں دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں ۔۱۰ ان متعارض روایات کی ایک توجیہ یہ کی جا سکتی ہے کہ دو تختیوں پر تو خدا نے خود ہی احکام لکھ کر ان کو دیے، پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس کی نقلیں دیگر تختیوں پر ہر قبیلے

کے لئے تیار کیں۔

سورۃ الاعراف کی آیت (وَ فِی نُسْخَتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ) سے بھی یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ تورات پوری کی پوری یک بارگی دے دی گئی تھی، کیونکہ ہدایت اور رحمت جس طرح پوری تورات کی خصوصیت تھی اسی طرح اس کے اجزا کی بھی خصوصیت تھی۔ قرآن مجید نے اپنی بھی یہی خصوصیت ذکر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو- الانعام: ۱۵۷، لقمان: ۳)

کیا یہود وحی الٰہی کے تھوڑا تھوڑا نازل کیے جانے کے اسلوب سے مانوس نہ تھے؟

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنے مقالہ میں قرآن مجید کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی متعدد حکمتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بدلتے ہوئے نئے حالات میں مناسب رہ نمائی ملتی رہے، دوسری حکمت یہ کہ تلقی وحی ایک نہایت غیر معمولی تجربہ ہے۔ اس کو یک بارگی حاصل کر لینا کسی انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔[۱۱] ظاہر ہے کہ یہی کچھ تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے۔

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے ایک بات یہ بھی لکھی ہے:

''مزید برآں یہودِ یثرب کے اشارے پر کفارِ مکہ کا قرآن مجید کے یک بارگی نازل نہ کیے جانے پر اعتراض سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہودی وحی الٰہی کے نجماً نجماً نازل کیے جانے والے اسلوب سے مانوس نہ تھے۔ ان کے لئے مانوس اور مالوف اسلوب کتابِ الٰہی کو یک بارگی نازل کیے جانے ہی کا تھا، ورنہ وہ یہ اعتراض کبھی نہ کرتے۔''[۱۲]

یہ دلیل بھی نا قابل تسلیم ہے، کیونکہ:

اولاً: یہ بات محل نظر ہے کہ مشرکین نے یہ اعتراض یہود کے اشارے پر کیا تھا۔ قرآن مجید میں مشرکین کے متعدد اعتراضات ایسے نقل کیے گئے ہیں جو یہود کے سکھائے ہوئے تھے، مگر وہاں کوئی نہ کوئی قرینہ پایا جاتا ہے، جس سے اس کی تعیین ہو جاتی ہے (مثلاً ملاحظہ کیجیے الانعام: ۹۱، بنی اسرائیل: ۱۰۱) مگر جہاں قرآن کریم نے مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا ذکر کیا ہے کہ قرآن نجماً نجماً کیوں نازل کیا گیا وہاں کوئی قرینہ ایسا نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ یہ

اعتراض یہود کا القا کیا ہوا تھا۔

ثانیاً: اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ اعتراض یہود کا بتایا ہوا تھا تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ وحی کے منجّماً نزول سے واقف یا اس سے مانوس نہیں تھے۔ وہ تو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں بہت سی ایسی باتوں کا انکار کرتے تھے جو ان کے مسلّمات تھے۔

ثالثاً: یہود کے صحائف اس بات کی سب سے بڑی شہادت دیتے ہیں کہ وہ وحی کے منجّماً نزول کے اسلوب سے بخوبی واقف تھے۔ تورات اور دیگر صحائف انبیاء میں اس امر کے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں۔ بلکہ وہاں تو یہ تک لکھا ہوا ملتا ہے کہ یہ کلام فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو نازل ہوا، پھر اس کے بعد فلاں تاریخ کو یہ کلام نازل ہوا۔ مثلاً کتاب حزقیال کی بالکل ابتدا میں آتا ہے:

''تیسویں برس کے چوتھے مہینے کی پانچویں تاریخ کو یہ ہوا کہ جب میں نہر کبار کے کنارے پر اسیروں کے درمیان تھا تو آسمان کھل گیا اور میں نے خدا کی رویتیں دیکھیں۔''[۱۳]

اسی طرح مختلف مواقع پر نزول وحی کا تذکرہ اس صحیفے میں ہے:

''پھر نویں برس کے دسویں مہینے کی دسویں تاریخ کو خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا۔''[۱۴]

کتابِ حجّی میں مذکور ہے:

''ساتویں مہینے کی اکیسویں تاریخ کو خداوند کا کلام حجّی نبی کی معرفت پہنچا۔''[۱۵]

''اور دارا بادشاہ کی سلطنت کے دوسرے سال کے نویں مہینے کی چوبیسویں تاریخ کو خداوند کا کلام حجّی نبی کی معرفت پہنچا۔''[۱۶]

''پھر اسی مہینے کی چوبیسویں تاریخ کو خداوند کا کلام حجّی نبی پر نازل ہوا۔''[۱۷]

ان انبیاء پر مختلف اوقات میں نازل ہونے والی وحی الٰہی اب ان کے نام منسوب صحائف میں ایک جگہ اکٹھی ملتی ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ یہ روایات بذات خود صحیح ہیں یا نہیں، ان سے کم از کم یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ بنی اسرائیل کلام الٰہی کے منجّماً نزول کے اسلوب سے مانوس تھے۔

مولانا امین احسن اصلاحی کا نقطۂ نظر

مولانا امین احسن اصلاحی ابتدا میں اس کے قائل تھے کہ تورات پوری کی پوری یک بارگی نازل ہوئی تھی۔ اپنے اس موقف کا تفصیلی اظہار انھوں نے اپنی کتاب 'مبادیٔ تدبرقرآن' میں کیا ہے۔ قرآن کے مقصدِ نزول سے بحث کرتے ہوئے انھوں نے لفظ 'حکمت' کی لغوی تشریح بہت تفصیل سے کی ہے۔ آخر میں اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ''قرآن تورات کی طرح صرف قانون ہی نہیں ہے، بلکہ انجیل کی طرح اس میں حکمت وموعظت بھی ہے۔ کتاب اور حکمت کا یہی مجموعہ ہے جس کو ہم قرآن کے نام سے جانتے ہیں۔ چونکہ یہ کامل حکمت سے معمور ہے، اس وجہ سے اس میں کمال وعرفان کی وہ تمام تجلیاں بھی بند ہیں جن کی ایک ادنی نمود نے طور کو پاش پاش اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے ہوش کردیا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی رحمت مقتضی ہوئی اس نے ایک ایسے انسان کو پیدا کیا جس نے وہ بوجھ اٹھا لیا جو طور برداشت نہ کرسکا تھا۔ یہی راز ہے کہ تورات کا بہ یک دفعہ نازل ہونا تو ممکن ہوا، لیکن قرآن حکیم بہ یک دفعہ نہیں، بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوا، تاکہ قلب انسانی تدریجی تربیت کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ ان تجلیوں کو برداشت کرنے کے قابل ہوجائے اور ان کو اپنی گرفت میں لے سکے۔''[19]

مولانا اصلاحی نے اس بحث میں کئی اہم نکات اٹھائے ہیں، جن سے تورات اور دیگر اسفارِ انبیاء کا تعلق بہ خوبی واضح ہوجاتا ہے۔ اس سے عمومی اتفاق کے باوجود ہم یہ کہنے کی جسارت کریں گے کہ اگر تورات 'کامل حکمت' پر مشتمل نہیں تھی، تب بھی اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ یک بارگی نازل ہوئی۔ اگر وہ صرف الٰہی قانون پر مشتمل ہوتی تو بھی اس کا یک بارگی نزول حکمت خداوندی کے تقاضوں کے خلاف ہوتا۔ آخر صرف قانون کا دیا جانا ہی تو مقصود نہیں تھا، بلکہ اس پر عمل کرانا بھی مقصود تھا اور اس قانون کے ذریعے ہی فرد اور معاشرے کا تزکیہ مقصود تھا۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ پورا کا پورا قانونی ضابطہ ایک ہی موقع پر قوم کو دے دیا جاتا، بالخصوص جب مولانا اصلاحی یہ بھی قرار دیتے ہیں کہ اس قوم کی ذہنی استعداد پختہ نہیں تھی۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ تورات میں قانون کے علاوہ 'موعظت' بھی تھی، جو حکمت ہی کی ایک شاخ تھی

لیکن 'کامل حکمت' نہیں تھی۔ تورات میں توحید، آخرت اور رسالت کے علاوہ اخلاقیات کے متعلق تمام بنیادی مباحث بھی تھے۔ نیز اس میں پچھلی اقوام اور بالخصوص فرعون کے انجام سے حاصل ہونے والے دروس کے ذریعے 'تذکیر' کے پہلو بھی تھے۔ پھر تذکیر اور تزکیہ کا یہ مقصد اس صورت میں زیادہ بہتر طریقے سے حاصل ہوسکتا تھا کہ پورا قانون یک بارگی دے دیا جاتا، یا اس کے حصول کے لئے زیادہ بہتر طریقہ تدریجی نزول ہی کا تھا؟

مولانا امین احسن اصلاحی نے بعد میں خود اس قول سے رجوع کرلیا تھا اور بڑی شدت سے اس بات کے قائل ہوگئے تھے کہ تورات، بلکہ تمام کتبِ سابقہ، کا نزول تدریجی طور پر ہوا تھا۔ اس رائے کا اظہار انہوں نے سورۃ الفرقان کی تفسیر میں کیا ہے۔ ۱۹/ الف

قرآن سے تورات کے تدریجی نزول کے شواہد

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مختلف اوقات میں وحی کا نزول ہوتا رہا:

(۱) پہلی وحی:

اس وحی کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو طٰہٰ: ۹-۱۶، القصص: ۳۰، النمل: ۸-۹، النازعات: ۱۵-۱۹) ان مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی وحی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت پر فائز ہونے کی اطلاع دی گئی، آپ کو اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا علم دیا گیا، آخرت کا یقینی ہونا بتایا گیا اور آپ کو آپ کا مشن سمجھایا گیا کہ آپ نہ صرف فرعون اور اس کی قوم پر اللہ کی حجت تمام کریں گے، بلکہ بنی اسرائیل کی تربیت اور اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیں گے۔ پھر آپ کی دعا کے نتیجے میں آپ کو معجزات بھی دیے گئے اور آپ کی مدد کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام بھی مقرر کیے گئے۔ اس کے بعد دونوں کو وحی کی گئی ۔ (القصص: ۳۵، طٰہٰ: ۴۲-۴۴)

(۲) بنی اسرائیل کی تربیت اور اصلاح کے لیے کی جانے والی وحی:

سورۂ ابراہیم میں ارشاد الٰہی ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۔(ابراہیم:۵)

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالو اور ان کو اللہ کے یادگار دن یاد دلاؤ۔ بے شک ان کے اندر ثابت قدم رہنے والوں اور شکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

گویا جس طرح حضور ﷺ اہل عرب کو پچھلی اقوام کے انجام سے عبرت دلاتے تھے، اللہ تعالیٰ کے ناقابل تبدیل قوانین کی وضاحت فرماتے تھے اور ان واقعات کے ذریعے مومنوں کا حوصلہ بڑھاتے تھے، بعینہ یہی کام حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی انجام دیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر جب ان کی قوم کے لوگوں نے ظلم وستم سے تنگ آ کر فریاد کی تو آپ نے انہیں قوموں کے عروج و زوال کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قوانین کی طرف توجہ دلائی۔ (الاعراف:۱۲۸-۱۲۹) پھر آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ فرعون کے خاندان کے ایک مومن نے بھرے دربار میں اپنی قوم کے سرداروں کو پچھلی اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا درس دیا۔ (المومنون: ۳۰-۳۳)

(۳) جادوگروں سے مقابلے کے وقت وحی:

جب جادوگروں نے اپنے کرتب دکھائے تو اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی۔ اس کا ذکر قرآن مجید نے مختلف مواقع پر کیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ طٰہٰ میں ہے:

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَى. وَأَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى ۔(طٰہٰ:۶۸-۶۹)

ہم نے کہا ڈرو نہیں، تم ہی غالب رہو گے۔ اور تم اس کو جو تمہارے ہاتھ میں ہے زمین پر ڈال دو، یہ ان کے سارے سوانگ کو، جو انہوں نے رچایا ہے، نگل جائے گا۔ یہ جو انہوں نے دکھایا ہے یہ تو بس جادوگر کا کرتب ہے۔ اور جادوگر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا۔

(۴) بنی اسرائیل میں اجتماعی نظم پیدا کرنے کے لئے وحی:

سورۂ یونس میں ہے:

وَأَوْحَيْنَآ إِلَى مُوسَى وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتاً وَاجْعَلُواْ بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُواْ الصَّلوٰةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۔ (یونس:۸۷)

اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں کچھ گھر ٹھہرالو، اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ، اور نماز کا اہتمام کرو، اور ایمان والوں کو خوش خبری دو۔

(۵) ہجرت کے لئے وحی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باقاعدہ وحی کے ذریعے ہجرت کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ فرعون ان کا پیچھا کرے گا:

وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِيْ إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ۔ (الشعرآء:۵۲)

اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ ہمارے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ، بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

(۶) الواح پر لکھی گئی وحی:

کوہ طور پر آپ کو الواح دی گئیں، جن پر وحی لکھی ہوئی تھی۔ قرآن کریم میں ہے:

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ (الاعراف:۱۴۵)

اور ہم نے اس کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔

اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وحی ان الواح پر اللہ تعالیٰ نے لکھی تھی یا، جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا گیا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے لکھوائی گئی تھی۔ بائبل میں دونوں طرح کے بیانات ملتے ہیں۔ حدیث میں بھی خدا کے لکھنے کی تصریح ملتی ہے۔ ہم نے اس کی توجیہہ یہ کی ہے کہ خدا نے دو تختیوں پر لکھ کر احکام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیے، جن کی نقلیں انہوں نے خود دیگر تختیوں پر لکھ کر ہر قبیلے کو دے دیں۔

(۷) الواح دیے جانے کے ساتھ مزید وحی:

الواح دیے جانے کے موقع پر آپ کو مزید یہ وحی بھی کی گئی:

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ... الآية (الاعراف: ۱۴۵)	پس اس کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنی قوم کو ہدایت کرو کہ اس کے بہتر طریقہ کو اپنائیں۔ میں تم کو عن قریب نافرمانوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا۔

(۸) وحی کے ذریعے ہی بنی اسرائیل پر بارہ سرداروں کا تقرر کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ کیا گیا، جو چند شرائط کے ساتھ مشروط تھا۔ (المائدۃ: ۱۲)

(۹) قتال کا حکم:

قرآن مجید اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ مصر سے ہجرت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قتال کا حکم بھی نازل ہوا تھا۔ (المائدۃ: ۲۰۔۲۱) پھر جب بنی اسرائیل نے قتال سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی کہ: ''یہ سرزمین ان پر چالیس سال کے لئے حرام ٹھہری اور یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے''۔ (المائدۃ: ۲۶)

(۱۰) خورد و نوش میں حلت و حرمت کا قانون:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بعض طبی وجوہ کی بنا پر اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا، تاہم یہ شریعت ابراہیمی میں حرام نہیں تھا:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔ (آل عمران: ۹۳)	کھانے کی ساری چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں، مگر وہ جو اسرائیل نے تورات کے نازل کیے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام ٹھہرالی تھیں۔ کہہ دو کہ لاؤ تورات اور پڑھو اس کو، اگر تم سچے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ تورات کے نزول سے پہلے بنی اسرائیل کے لئے وہ سبھی چیزیں حلال تھیں، جو شریعت ابراہیمی میں حلال تھیں اور جو سلیم انسانی فطرت کے مطابق کھانے کی چیزیں (الطعام) سمجھی جاتی تھیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تورات میں یہ تصریح بھی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل پر جو مزید بعض چیزیں حرام کی گئیں وہ حضرت

ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے زمانے میں حرام نہیں تھیں ۔ یہی وجہ ہے کہ یہود کو چیلنج کیا گیا کہ اگر تم اس بات کو غلط سمجھتے ہو تو تورات لے آؤ اور اسے ثابت ۔

بائبل کی کتابِ پیدائش میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کیے گئے بعض احکام بھی موجود ہیں ۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کے متعلق کہا گیا کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کو دیے گئے ۔ ان کو 'حضرت نوح علیہ السلام کا عہد نامہ' کہا جاتا ہے ۔ یہود کے بہت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ 'غیر قوموں' کے لئے تورات کے تمام احکام پر عمل واجب نہیں، بلکہ ان کی نجات کا دارومدار حضرت نوح علیہ السلام کے عہد نامے پر عمل ہے ۔[۲۰] اس عہد نامے میں جو احکام دیے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

''سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے واسطے ہیں ۔ میں نے ان سب کو نباتات کی طرح تمہیں دیا ۔ مگر تم گوشت کو اس کے خون کے ساتھ مت کھانا ۔ کیونکہ میں تمہارا خون ہر ایک جنگلی جانور سے اور ہر ایک آدمی کے ہاتھ سے طلب کروں گا ۔ اس آدمی سے بھی، جو اپنے بھائی کو مار ڈالے میں، آدمی کی جان طلب کروں گا ۔''[۲۱]

یہاں نباتات کی طرف اشارے اور جنگلی جانوروں کے ساتھ تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ 'کھانے کے واسطے' (الطعام) حلال جانوروں سے مراد مویشی (انعام) ہیں ۔ قرآن مجید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت ابراہیمی میں مویشیوں میں اصلاً چار ہی چیزیں حرام تھیں: مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا:

قُل لَّآ أَجِدُ فِیْ مَا أُوحِیَ إِلَیَّ مُحَرَّماً عَلَی طَاعِمٍ یَطْعَمُهُ إِلاَّ أَن یَكُونَ مَیْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِیرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَیْرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِیْمٌ ۔ (الانعام: ۱۴۵)

کہہ دو: میں تو اس وحی میں، جو مجھ پر آئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز، جس کو وہ کھائے، حرام نہیں پاتا، بہ جز اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون، یا سؤر کا گوشت، کہ ان میں ہر چیز ناپاک ہے، یا فسق کر کے اس کو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو ۔ پھر جو مجبور ہو جائے ، نہ چاہنے والا بنے اور نہ حد سے بڑھنے والا ، تو تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی ابتدا میں یہی چار چیزیں حرام تھیں ۔ بعد

میں ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر مزید کئی چیزیں حرام کردی گئیں:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ. وَلاَ تَقُولُواْ لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَـذَا حَلاَلٌ وَهَـذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُواْ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ لاَ يُفْلِحُونَ. مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. وَعَلَى الَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَـكِن كَانُواْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۔(النحل: ۱۱۵۔۱۱۸)

اس نے تو تم پر بس مردار اور خون اور سوٗر کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو حرام ٹھہرایا ہے ۔ پس جو کوئی مجبور ہو جائے ، نہ طالب ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ، تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے ۔ اور اپنی زبانوں کے گھڑے ہوئے جھوٹ کی بنا پر یہ نہ کہو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو ۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پائیں گے ۔ ان کے لئے چند روزہ عیش اور پھر دردناک عذاب ہے ۔ اور جو یہودی ہوئے ان پر بھی ہم نے وہی چیزیں حرام کیں جو ہم نے پہلے تم کو بتائیں ۔ اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے ۔

اس آخری آیت میں اشارہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ کی طرف نہیں ہے ، جیسا کہ الفاظ میں ظاہری مشابہت کی بنا پر عام طور پر مفسرین نے سمجھا ہے ،۲۲ بلکہ دراصل یہ اشارہ سورۃ النحل ہی میں اس سے قبل آنے والی آیت ۱۱۵ کی طرف ہے ۔ گویا ان آیات میں یہ بات کہی گئی کہ یہود پر اصلاً یہی چار چیزیں حرام تھیں ، لیکن بعد میں ان کے اپنے ظلم کی وجہ سے ان پر مزید کئی چیزیں حرام کردی گئیں ۔ ان کی تفصیل سورۃ الانعام میں یوں دی گئی ہے :

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلاَّ مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ وِإِنَّا لَصَادِقُونَ ۔ (الانعام: ۶: ۱۴۶)

اور جو یہودی ہوئے ان پر ہم نے سارے ناخن والے جانور حرام کیے اور گائے اور بکری کی چربی حرام کی بہ جز اس کے جو ان کی پیٹھ یا انتڑیوں سے وابستہ ہو یا کسی ہڈی سے لگی ہوئی ہو ۔ یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی ، اور ہم بالکل سچے ہیں ۔

اسفارِ خمسہ سے تورات کے تدریجی نزول کے شواہد

قرآن مجید کی ان تصریحات کے بعد جب ہم بائبل کا جائزہ لیتے ہیں تو اس سے بھی یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ تورات پوری کی پوری بہ یک وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دی گئی تھی، بلکہ وقتاً فوقتاً حالات کی مناسبت سے ان پر وحی کا نزول ہوتا رہا۔ بائبل میں کئی مقامات پر وحی کے لکھے جانے کا تذکرہ ملتا ہے اور یہ بھی کہ آخر عمر میں سیدنا موسی علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو جمع کیا اور پوری شریعت ان کے سامنے ایک نئی ترتیب کے ساتھ پیش کردی۔ اس کی تفصیل کتابِ استثنا میں موجود ہے۔

اسفار خمسہ میں بلا مبالغہ سینکڑوں مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی ہونے کا ذکر ملتا ہے اور بعض مقامات پر یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ آپ کو خدا ہی کی جانب سے یہ حکم ملا تھا کہ آپ وحی کو محفوظ کرنے کے لئے لکھ دیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

''اور موسیٰ نے خداوند کی سب باتیں لکھ لیں۔'' ۲۳

'' تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اس بات کی یادگاری کے لئے کتاب میں لکھ دے، اور یشوع کو سنادے کہ میں عمالیق کا نام ونشان دنیا سے بالکل مٹا دوں گا۔'' ۲۴

''اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو یہ باتیں لکھ کیونکہ انہی باتوں کے مفہوم کے مطابق میں تجھ سے اور اسرائیل سے عہد باندھتا ہوں''۔ ۲۵

''اور موسیٰ نے اس شریعت کو لکھ کر اسے کاہنوں کے جو بنی لاوی اور خداوند کے عہد کے صندوق اٹھانے والے تھے اور اسرائیل کے سب بزرگوں کے سپرد کیا۔'' ۲۶

بائبل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے بنی اسرائیل سے جو ستّر (۷۰) افراد منتخب کیے تھے، وہ آپ کے فرائض کی تکمیل میں آپ کی مدد کرتے تھے، چنانچہ لکھنے کا کام بھی آپ انہی سے لیا کرتے تھے۔ بائبل کے اردو مترجمین نے کتاب گنتی کی اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے ستّر مرد، جن کو تو جانتا ہے کہ قوم کے بزرگ اور ان کے سردار ہیں، میرے حضور جمع کر اور ان کو خیمۂ اجتماع کے پاس

لے آ، تا کہ وہ میرے ساتھ وہاں کھڑے ہوں اور میں اتر کر تیرے ساتھ وہاں باتیں کروں گا اور میں اس روح سے، جو مجھ میں ہے، کچھ لے کر ان میں ڈال دوں گا کہ وہ تیرے ساتھ قوم کا بوجھ اٹھائیں، تا کہ تو اسے اکیلا نہ اٹھائے۔'' [۲۷]

اسی طرح کتاب استثناء کی ایک عبارت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

''سو میں نے تمہارے قبیلوں کے سرداروں کو، جو دانشور اور مشہور تھے، لے کر ان کو تم پر مقرر کیا۔'' [۲۸]

تاہم محققین کے نزدیک ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ ناقص ہے۔ اس سلسلے میں ممتاز مسیحی عالم جناب ایف ایس خیر اللہ کی تحقیق ملاحظہ ہو:

''جس عبرانی لفظ شـوطـریـم کا ترجمہ سردار کیا گیا ہے اس کے بنیادی معنیٰ ہیں لکھنے والے۔ (مقابلہ کیجیے عربی سطر بمعنی لکھنا)۔ سو یہ بزرگ نہ صرف مشہور تھے، بلکہ خواندہ بھی تھے...'' [۲۹]

عربی بائبل میں شوطریم کا ترجمہ کتبة (لکھنے والے) کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''فقال الرب لموسی : اجمع لی سبعین رجلا من شیوخ اسرائیل الذی تعلم انهم شیوخ الشعب و کتبتهم۔'' [۳۰]	رب نے موسیٰ سے کہا کہ میرے لئے بنی اسرائیل کے بزرگوں میں ستر ایسے آدمی جمع کر جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ وہ قبیلے کے بزرگ اور لکھنے والے لوگ ہیں۔
''فاخذت رؤساء اسباطکم و هم رجال حکماء و ذوو خبرة ، فاقمتهم رؤساء علیکم رؤساء الف و مائة و خمسین و عشرة ، و کتبة علی اسباطکم ۔'' [۳۱]	پس میں نے تمہارے قبیلوں کے سرداروں کو چنا، اور وہ حکمت اور سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ تھے۔ سو میں نے انہیں تمہارے اوپر مقرر کیا کہ وہ تمہارے سردار ہوں ایک ہزار کے، ایک سو کے، پچاس کے اور دس کے، اور تا کہ تمہارے قبیلوں کے لکھنے والے ہوں۔

یوں مختلف اوقات میں نازل ہونے اور لکھی جانے والی وحی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آخر عمر میں ایک نئی ترتیب کے ساتھ اور نئے انداز میں قلم بند کروایا اور تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔ اس نئے مرتب شدہ قانون کا بیش تر حصہ اب

کتابِ استثناء میں موجود ہے۔۳۲؎ اس از سرنو مرتب شدہ شریعت کو کتاب میں محفوظ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو خطاب کرتے وقت سنایا بھی اور پھر اسے عہد کے صندوق (Ark of the Covenant) میں رکھ کر بنی اسرائیل کے احبار اور علماء و فقہاء کو اس کا امین و محافظ اور نگران مقرر کر دیا۔ سِفر استثنا کا بیان ہے:

''اور موسیٰ نے اس شریعت کو لکھ کر اسے کاہنوں کے، جو بنی لاوی اور خداوند کے عہد کے صندوق اٹھانے والے تھے، اور اسرائیل کے سب بزرگوں کے سپرد کیا''۔۳۳؎

تورات کے لکھے جانے کا ذکر بائبل کے دیگر صحائف میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً کتابِ یشوع میں ہے:

''تب یشوع نے کوہ عیبال پر خداوند اسرائیل کے خدا کے لئے ایک مذبح بنایا، جیسا کہ خداوند کے بندہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا۔ اور جیسا کہ موسیٰ کی شریعت کی کتاب میں لکھا ہے۔''۳۴؎

یہودی اور عیسائی علماء بائبل کی ابتدائی پانچ کتابوں-پیدائش، خروج، احبار، گنتی اور استثناء-کو مجموعی طور پر تورات کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کتاب خروج سے شروع ہوتا ہے۔ آپ پر مختلف اوقات میں نازل ہونے والے احکام تین صحائف-خروج، احبار اور گنتی-میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ ان احکام میں سے بیش تر پانچویں کتاب-استثناء-میں ایک نئی ترتیب سے مل جاتے ہیں۔ بعض یہودی علماء کا خیال ہے کہ خروج، احبار اور گنتی کی کتابوں میں احکام تاریخی ترتیب سے جمع نہیں کیے گئے تھے، بلکہ مختلف روایات کو اکٹھا کیا گیا تھا۔ بعد کے مرتبین نے انھیں تاریخی بیان میں اپنی سمجھ کے مطابق مناسب مقامات پر درج کر دیا۔ چنانچہ یہ عین ممکن ہے کہ بعض احکام گنتی کی کتاب میں ہوں، لیکن وہ مصر سے ہجرت کے فوراً بعد دیے گئے ہوں۔ اگر اس موقف کو تسلیم کیا جائے تو بہت سی الجھنیں اور تعارضات رفع ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوہ سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان میں سے بیش تر کا ذکر کتاب خروج میں ہے۔ اسی کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہے:

''اور موسیٰ نے خداوند کی سب باتیں لکھ لیں ... پھر اس نے عہد نامہ لیا اور لوگوں کو پڑھ

کر سنایا۔ انہوں نے کہا کہ جو کچھ خداوند نے فرمایا ہے اس کو ہم سب کریں گے اور تابع رہیں گے۔"[۳۵]

یہاں یہ تفصیل مذکور نہیں ہے کہ یہ کون سے احکام تھے؟۔ اکثر محققین کے نزدیک یہ احکام کتاب احبار کے ابواب ۲۵ اور ۲۶ میں مندرج ہیں ۔ اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ کتاب احبار باب ۲۵ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: "اور خداوند نے کوہ سینا پر موسیٰ سے کہا..." اور باب ۲۶ کے اختتام پر یہ الفاظ ہیں: "یہ وہ شریعت اور احکام اور قوانین ہیں جو خداوند نے کوہ سینا پر اپنے اور بنی اسرائیل کے درمیان موسیٰ کی معرفت مقرر کیے"۔

Encyclopedia of Religions کے مقالہ نگار پہلی صدی عیسوی کے ایک یہودی عالم اشماعیل بن الیشع کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "No strict order as to 'earlier' and 'later' is observed in the Torah... which means that the chapters and verses of the Torah are not necessarily recorded in the order in which they were given or the order in which they happened. This interpretative principle and the identification of "book of the covenant" can be explained only if one assumes that the Torah was not given all at once. Indeed, the amora Yohanan bar Nappaha (fl. first half of the third century CE) transmits in the name of the tanna Bana'ah that "the Torah was given section by section"... Midrash tanhuma' tells that while the people of Israel were still enslaved in Egypt, "they possessed scrolls, in which they delighted from Sabbath to Sabbath, which said that the Holy One, blessed be He, would redeem them." [۳۶]

''تورات (اسفارخمسہ) میں 'پہلے' اور 'بعد' کی ترتیب کا کچھ خاص خیال نہیں رکھا گیا ہے...اس کا مطلب یہ ہوا کہ ضروری نہیں ہے کہ تورات کے ابواب اور آیات اسی ترتیب میں ہوں جس ترتیب میں وہ دیے گئے، یا جس ترتیب سے وہ واقع ہوئے ۔ یہ تفسیری اصول اور 'عہد کی کتاب' کی پہچان کی وضاحت صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ فرض کیا جائے کہ تورات پوری کی پوری بہ یک وقت نہیں دی گئی ۔ درحقیقت امورہ یوحنان بر نپھا (جو تیسری صدی عیسوی کے نصف اول میں گزرے ہیں) نے تنّا بنعہ سے نقل کیا ہے کہ ''تورات ٹکڑوں ٹکڑوں میں دی گئی تھی'' ... مدراش تنہمع میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل مصر کی غلامی کے دور میں بھی ''اپنے پاس ایسے قرطاس رکھتے تھے جن میں وہ ہر سبت کے دن بشارتیں پڑھتے تھے، جن میں مذکور تھا کہ خدائے بزرگ و برتر انہیں نجات دلائے گا۔''

اس اقتباس سے کئی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ یہودی علماء اس بات کے قائل تھے کہ تورات کا نزول تدریجی طور پر ہوا اور یہ کہ ہجرت مصر سے قبل بھی تورات کا کچھ حصہ نازل ہوا تھا، دوسری یہ کہ مصر میں بنی اسرائیل ہر ہفتے اکٹھے ہوکر ان آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ اور تیسری یہ کہ ان صحائف میں احکام کے ساتھ ساتھ واقعات جس ترتیب سے درج کیے گئے ہیں اس ترتیب کو بعینہ ماننا لازم نہیں ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، 'قرآن: انداز نزول کی حکمت'، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، جولائی ۲۰۰۱ء، ص ۲۱

۲۔ آلوسی، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء، ج ۳، ص ۷۵۔

۳۔ ایضاً

۴۔ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج ۱۱، ص ۶۵۶۔

۵ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج ۷، ص ۱۱۲

٦ قرآن: انداز نزول کی حکمت، ص ۲۱

۷ ایضاً ص ۳۴۔۳۵ ۸ کتابِ استثنا: باب ۳۱

۹ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ، حدیث نمبر ۴۷۹۳

۱۰ کتابِ خروج: باب ۲۴، آیات ۳۔۴؛ باب ۳۲، آیات ۱۵۔۱٦

۱۱ قرآن: انداز نزول کی حکمت، ص ۲۳

۱۲ ایضاً، ص ۳۵ ۱۳ کتاب حزقیال: باب ۱، آیت ۱۔۲

۱۴ ایضاً: باب ۲۴، آیت ۱ ۱۵ کتاب حجی: باب ۲، آیت ۱

۱٦ ایضاً، آیت ۱۰ ۱۷ ایضاً، آیت ۲۰

۱۸ امین احسن اصلاحی، مبادئ تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۹٦

۱۹ ایضاً، ص ۱۱۸۔۱۱۹

۱۹/الف اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ کیجیے راقم کا مقالہ بہ عنوان 'نزول و تدوین تورات: مسلمان اہل علم کی آراء کا تنقیدی جائزہ' (منتظر طبع)

۲۰ ملاحظہ کیجیے یہودی ربی مائیکل ویشوگروڈ (Michael Wyschogrod) کا مقالہ زیر عنوان Islam and Christianity in the Perspective of Judaism (اسلام اور مسیحیت، یہودیت کے تناظر میں)۔

Al-Faruqi, Isma'il Raji, Trialogue of the Abrahamic Faiths, Virginia: International Institute of Islamic Thought, 1991, pp 13-18

۲۱ کتاب پیدائش: باب ۹، آیات ۳۔۵

۲۲ مفسرین کرام نے بالعموم سورہ النحل کی آیت ۱۱۸ کے اشارہ کو سورۂ انعام کی آیت ۱۴٦ کی طرف سمجھا ہے۔ (ملاحظہ کیجیے ابن الجوزی، زاد المسیر، ج ۴، ص ۳۸۳، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۰، ص ۱۹۷، بیضاوی، تفسیر البیضاوی، ج ۳، ص ۲۲۴، آلوسی، روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۵۷) امام طبری نے اس قول کو عکرمہ اور قتادہ سے نقل کیا ہے (جامع البیان، ج ۱۴، ص ۱۲۷)۔ اردو مفسرین میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن،

۵۲۲/۲، طبع لاہور، ۱۹۷۴ء) اور مولانا اشرف علی تھانوی (بیان القرآن، ۵۸۷/۱، طبع ملتان، ۱۴۲۷ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔ البتہ مولانا امین احسن اصلاحی نے یہ رائے پیش کی ہے کہ سورۂ النحل کی آیت ۱۱۸ کا اشارہ اس سے اوپر کی آیت ۱۱۵ ہی کی طرف ہے (تدبر قرآن، ۴۶۰/۴)

۲۳۔ کتاب خروج: باب ۲۴، آیت ۴ ۲۴۔ ایضاً: باب ۱۷، آیت ۱۴

۲۵۔ ایضاً: باب ۳۴، آیت ۲۷ ۲۶۔ کتاب استثناء: باب ۳۱، آیت ۹

۲۷۔ کتاب گنتی: باب ۱۱، آیات ۱۶-۱۷ ۲۸۔ کتاب استثناء: باب ۱، آیت ۱۵

۲۹۔ قاموس الکتاب، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۲۵

۳۰۔ **الكتاب المقدس، بيروت، ١٩٨٩ء، سفر العدد، اصحاح ١١، آية ١٦**

۳۱۔ **سفر تثنية الاشتراع، اصحاح ١، آية ١٥**

۳۲۔ اسفارِ خمسہ میں سِفر استثناء اپنے اسلوب، ذخیرۂ الفاظ اور مضامین کے لحاظ سے ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ بعض یہودی علما نے اسے **مشنہ توراۃ** یعنی 'دہرائی گئی تورات' کہا ہے۔ اس کا انگریزی نام Deuteronomy دراصل یونانی لفظ Deuteronomion سے ماخوذ ہے۔ تیسری صدی قبل از مسیح میں بائبل کا یونانی زبان میں ترجمہ (مشہور ہفتادی ترجمہ Septuagent) کیا گیا تو مترجمین نے یہ فرض کیا کہ اس صحیفے میں ان احکام کی تکرار ہوئی ہے جو پہلے چار اسفار میں مندرج ہیں، اس لئے انہوں نے اسے یہ نام دیا۔ عربی میں اسے **تثنية الاشتراع** کہتے ہیں۔ رومن کیتھولک اردو ترجمے میں اسے تثنیۂ شرع، جب کہ پروٹسٹنٹ ترجمے میں اسے استثناء کہا گیا ہے۔

۳۳۔ کتاب استثنا: باب ۳۱، آیت ۹-۱۳

۳۴۔ کتاب یشوع: باب ۸، آیات ۳۰-۳۱

۳۵۔ کتاب خروج: باب ۲۴، آیت ۴، ۷-۸

۳۶۔ Encyclopedia of Religions, vol. 14, p 557, New York, 1987

☆☆☆